





سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

تقاضا ہی کہ پھر دُنیا میں شانِ حق ہویدا ہو
جہاں کے ریگزاروں میں کوئی فاروقؓ پیدا ہو

نہ استحصالِ قیصر ہو نہ استبدادِ کسریٰ ہو!
مساوات و عدالت کا زمانے بھر میں چرچا ہو

وہی برقِ تجلی پھر افق پر آشکارا ہو!
اندھیرے دُور ہو جائیں اُجالا ہی اُجالا ہو

تصوّر میں عمرؓ کا پیکرِ صدق و صفا آئے
اگر صدقِ ابوبکرؓ اور علیؓ کا عشق یکجا ہو

عدالت گستری اس کی مسلماں پوری اسکی
نہیں آساں کہ ثانی اُس کا پھر دنیا میں پیدا ہو

بڑا غوغا ہے پھر قسمِ جہاں میں اہلِ باطل کا
عمرؓ سا حق پسند آئے تو حق کا بول بالا ہو

کسی پر رُوحِ فاروقیؓ جو پرتو ڈال دے اپنا
یہ دُنیا دیکھے پھر برکت و خیر سراپا ہو

ترے بندوں پہ جوع و خوف کی حالت ہے پھر طاری
الٰہی کوئی صورت ہو، کوئی اس کا مداوا ہو

خداوندا ترے پیارے کی امّت منتشر سی ہے
کوئی فاروقؓ سا آئے کہ پھر شیرازہ یکجا ہو

سلیم تابانی

۲۷ ستمبر ۱۹۸۵ء

۲ روپے



احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

رشوت

اَلرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ فِی النَّارِ (طبرانی)

ترجمہ: رشوت دینے والا اور رشوت وصول کرنے والا آگ کا مستحق ہے۔

تشریح: اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے با اختیار لوگوں کو مال دینا رشوت ہے۔ رشوت بہت بڑا جرم ہے۔ تمام اقوام اسے جرم سمجھتی ہیں اور اس کے مرتکب کو سزا دیتی ہیں لیکن اتنی وعید اور دھمکی کسی بھی مذہب میں نہیں جتنی اسلام میں ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ یہ مرض مسلمانوں میں بھی نہایت شدّت کے ساتھ موجود ہے۔

کاش ہم اس حدیث پر عمل پیرا ہوتے تو اس قدر مالی پریشانیوں میں مبتلا نہ ہوتے۔ یہ بات یاد رہے کہ رشوت بہر حال رشوت ہی ہے۔ ناجائز اور حرام ہے۔ ہم "ہدیہ" کہیں "من فضل ربّی" کہیں۔ اللہ تعالےٰ سے رشوت اور ہدیہ مخفی نہیں ہے۔ الغرض رشوت دینے اور قبول کرنے کا انجام دوزخ کی آگ ہے۔

ملاوٹ کرنے والا ہم میں سے نہیں ہے

مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنَّا

(ترجمہ) جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

تشریح: مسلمان کا معاملہ بالکل صاف اور کھرا ہونا چاہیئے۔ اسلام نے دھوکے اور ملاوٹ سے روکا ہے۔ مسلمان اپنا مال فروخت کرتے وقت خریدار کے سامنے رکھ دے۔ اس کی خوبی اور عیب سب بیان کر دے تاکہ خریدار کسی دھوکے میں مبتلا نہ ہو۔ اسی طرح کسی چیز میں دوسری شے کی آمیزش نہ کرے۔ اس سے خریدار کو نقصان پہنچتا ہے۔ بہت بڑا جرم لے گا اُن تاجروں کو جو صفائی اور دیانت داری سے تجارت کرتے ہیں اور بہت بڑا خسارہ ہے اُن تاجروں کے لیے جو دھوکے اور ملاوٹ سے کام لیتے ہیں۔ قیامت میں سب کھرا کھوٹا سب الگ الگ ہو جائے گا۔ کتنی بڑی ڈانٹ ہے اس حدیث شریف میں دھوکہ دینے والوں اور ملاوٹ کرنے والوں کے لیے ہے۔

مسلمان کی تعریف

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ (بخاری و مسلم شریف)

ترجمہ: (صحیح معنوں میں) مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

تشریح: اسلام سرتا سر سلامتی اور امن ہے۔ اپنے ماننے والوں کو سلامتی ہی کا سبق سکھاتا ہے۔ پس کامل مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ عام طور پر اذیّت ان ہی دو اعضاء سے پہنچائی جاتی ہے۔ آج مسلمان دوسرے مسلمان سے محفوظ نہیں ہے۔ غیبت (باقی صـ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ خدام الدین

جلد ۳۱ — شمارہ ۱۱

بیاد
جانشین شیخ التفسیر امام الہدیٰ
حضرت مولانا عبید اللہ انور
نوّر اللہ مرقدہٗ

رئیس الادارہ
حضرت مولانا محمد اجمل قادری
مدظلہٗ

مجلس ادارت
عبدالرشید انصاری
ظہیر میر ایڈووکیٹ
انتظار حسین اسعد قادری

[illegible]

فی کاپی: ۲/- روپے

پاکستان میں بذریعہ ڈاک
سالانہ ۵۲ شمارے ۸۰/- روپے
ششماہی ۲۶ شمارے ۴۵/- روپے

۱۰ محرم ۱۴۰۶ھ

اہلسنت علماء پر پابندیاں

جانبدارانہ اقدامات سے فرقہ وارانہ ہم آہنگی قائم نہیں رہ سکتی۔

متحدہ سنّی محاذ پاکستان کے سربراہ اور مقتدر عالم دین حضرت علاّمہ عبدالستّار تونسوی نے متعدّد اضلاع کے حکّام کی جانب سے اُن کے داخلے پر پابندی کے احکامات کو غیر منصفانہ اور جانبدارانہ قرار دیتے ہوئے شدید احتجاج کیا ہے اور کہا ہے انتظامات میں موجود لادین اور فرقہ پرست افسران اہلسنّت علماء پر پابندیاں عائد کر کے نہ صرف حق کی آواز اور دین کی اشاعت کو روکنے کا ارتکاب کرتے ہیں بلکہ وہ سنّی اکثریت کے حقوق پامال کرنے اور اسلامی قوتوں کے خلاف نفرت پھیلانے کے مرتکب بھی ہوتے ہیں۔

یہ امر باعث حیرت و افسوس ہے کہ ماہ محرم الحرام کی آمد کے ساتھ ہی اہلِ تشیع اپنی عبادت گاہوں سے باہر نکل کر ہر کوچہ و بازار میں سیاہ جھنڈے لگا کر غالب سنّی اکثریت کے مذہبی جذبات کی پروا کیے بغیر شہدائے کربلا کے ماتم کے ساتھ ساتھ اصحابِ رسولؐ پر تبرّیٰ بازی شروع کر دیتے ہیں۔ نیز ریڈیو اور ٹی۔وی سے امام باڑوں کا کام لیا جانے لگتا ہے۔ سرکاری مناصب پر فائز شیعہ افسران اپنے فرقے کے لیے اپنے سرکاری اختیارات کا ناجائز استعمال کرتے ہیں مگر اہلسنّت عوام کے ووٹوں سے منتخب حکمران الٹی گنگا بہاتے ہوئے سُنّی عوام اور زعماء کو امن کی پاسداری قائم رکھنے کی یوں تلقین شروع کر دیتے ہیں جیسے کوئی استاد ضدّی شاگرد کی سرکشی سے تنگ آ چکا ہو۔ حال ہی میں پنجاب کی صوبائی وزیر ساجدہ نیر عابدی کمالیہ شہر میں اپنی ایک مجلس میں شرکت کے لیے گئیں تو وہاں کے ارباب حل و عقد نے اہلسنّت رہنماؤں پر دباؤ ڈالا کہ وہ شہدائے اسلام کانفرنس یا سُنّی کنونشن دس محرم الحرام سے پہلے منعقد نہ کریں۔ اس کے ساتھ ہی کمالیہ میں سنّی اجتماع کو

ناشر: میاں محمد اجمل قادری، اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور، مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

روکنے کے لیے متعدّد سنّی علماء کا ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں داخلہ بند کر دیا گیا۔ موجودہ سپیکر قومی اسمبلی مسٹر فخر امام جب قومی اسمبلی کا الیکشن لڑ رہے تھے تو حکام نے حضرت علاّمہ عبدالستار تونسوی کو تین ماہ کے لیے ضلع ملتان میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔ اب دو ماہ کے لیے ملتان میں اُن کے داخلے پر پھر پابندی لگادی گئی ہے۔ ختمِ نبوت کے عالمی مبلّغ اور جمعیۃ علماء اسلام کے رہنما مولانا منظور احمد چنیوٹی کو حیدر آباد، ملتان، بھکر، ساہیوال، خیر پور، رحیم یار خان اور بہاولپور کے حکام نے ان کو اپنے ضلعوں میں داخل ہونے سے منع کر دیا ہے۔ جھنگ میں گول چوک کی مسجد میں جلسہ کرنے والے چار سنّی علماء کے خلاف ۱۶ ایم پی اور ۱۸۸ ات پ کے تحت مقدمہ درج کر لیا گیا ہے۔ بین الاقوامی ختمِ نبوّت مشن کے جنرل سیکرٹری اور ممتاز خطیب مولانا محمّد ضیاء القاسمی پر ملک کے متعدّد شہروں میں داخلے کی پابندیاں عائد کر دی گئی ہیں اور اس کے علاوہ صوبہ سندھ کے ہوم سیکرٹری کی جانب سے جاری کردہ حکم نامہ کی تعمیل کرائی گئی جس کے مطابق صوبۂ سندھ کے تمام اضلاع میں ختمِ نبوّت مشن کے رہنما کو دو ماہ تک نہ آنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی طرح مولانا قاری عبدالحئی عابد، مولانا علامہ محمّد عمر قریشی، مولانا حق نواز، مولانا قاری محمّد حنیف ملتانی اور مولانا محمّد رفیق جامی کے علاوہ کئی دوسرے سنّی علماء اور خطیبوں پر پابندیاں عائد کی گئی ہیں اور اکثر مقامات پر محرّم الحرام میں سُنّی عوام کو تبلیغی اور دینی اجتماعات کے انعقاد کا اجازت نامہ حاصل کرنے کے لیے ان گنت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حتیّٰ کہ وہ اگر اپنی مسجد کے اندر مذہبی جلسہ کریں تو پولیس کے اہلکار منتظمین کو پریشان کرتے ہیں اور اُن پر دباؤ ڈالتے ہیں کہ وہ لاؤڈ سپیکر کے بغیر جلسہ کریں۔ یہ ناروا پابندیاں ہر سال لگتی ہیں اور امسال تو "انتظامات" میں کچھ زیادہ ہی شدّت اختیار کی جا رہی ہے، مگر اسلام آباد سے ایک نامہ نگار نے لاہور کے اخبار کو خبر بھیجی ہے کہ سرکاری انٹیلی جنس ایجنسیوں کے علم میں یہ بات آئی ہے کہ بعض تخریب کاروں نے ماہِ محرم کے دوران شیعہ سنّی غلط فہمیاں پیدا کر کے ملک میں بڑے پیمانے پر فساد کروانے کا منصوبہ بنایا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ وطنِ پاک کو ہر فتنہ و شر سے محفوظ رکھے مگر یہ بات ہم برملا کہیں گے کہ اہلسنت علماء کے خلاف جانبدارانہ اقدامات کے نتیجہ میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور اعتماد کی فضا قائم نہیں رہ سکتی۔ تحریک فقہ جعفریہ اور ایرانی مداخلت کاروں نے پہلے ہی خرمنِ امن میں آگ لگانے کی کئی بار کوششیں کی ہیں۔ اس پس منظر میں اگر غیر ملکی تخریب کاری کے ذریعہ کوئی ناگفتہ بہ صورت پیدا ہوئی تو نہ صرف علماء کے خلاف عاید کردہ پابندیوں کا بلا جواز ہونا واضح ہو جائے گا بلکہ یہ بھی سوچنا ہو گا کہ فتنہ و انتشار کے اصل عناصر پر قدغن لگانے کے بجائے جیّد علماء اور دینی مبلّغوں پر پابندیاں لگانے والی نوکر شاہی کیا چاہتی ہے؟ کیا اس میں غیر ملکی اور غیر اسلامی نظاموں کے ایجنٹ تو نہیں بیٹھے ہوئے؟

انصاری

بقیہ: احادیث الرسول

چغلی، جھوٹ، بہتان، مار پٹائی، قتل و غارت اور آبرو ریزی ہم میں کس قدر عام ہو چکی ہے۔ ان جرائم کی بناء پر دُنیا جہنّم کا نمونہ بن چکی ہے۔ حق تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں مسلمان بنائیں اور اس حدیث پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔



غفلت اور جہالت نے مسلمانوں کو تباہ کیا ہے

سب سے زیادہ آزاد حکومتیں اور مال و دولت مسلمانوں کے پاس ہیں
وہی دوسروں کے محتاج ہیں

اللہ سے ڈرنے والا ہی بارگاہ الٰہی میں مقبول ہے

جانشینِ امام الہدیٰ حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری مدظلہ العالی

الحمد للہ دکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الّذین اصطفیٰ: امّا بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: —

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللہِ اَتْقٰکُمْ (صدق اللہ العظیم)

بزرگانِ محترم! آج کی اس مختصر سی نشست میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ موجودہ مسلمانوں کی تباہی کے اسباب کیا ہیں؟ جہاں دیکھئے ہر جگہ مسلمان مشقِ جور و ستم بنے ہوئے ہیں اور ہلاکت کی نذر ہوتے جا رہے ہیں۔ کوئی پرسانِ حال تک نہیں۔ اس کی دو وجہیں ہیں — اوّل غفلت دوم جہالت۔ غفلت کہتے ہیں آدمی مریض ہو، بیماری کا علم بھی ہو لیکن علاج سے غافل ہو اور جہالت کہتے ہیں کہ آدمی مریض تو ہو لیکن نہ مرض کا احساس ہو اور نہ اس کا علم۔ اور نہ کبھی چیک اَپ کرانے کے لئے وقت و فرصت ہی میسّر ہو۔ دونوں حالتوں کا نتیجہ آخر میں ہلاکت و بربادی ہُوا کرتا ہے۔

بدقسمتی سے یہ دونوں حالتیں آج کے مسلمان میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ حالانکہ مادی اعتبار سے ملّتِ اسلامیہ سب سے بڑی اکثریت کی حامل ہے۔

دنیا میں مسلمانوں کی حکومتیں سب سے زیادہ ہیں۔ مسلمانوں کے ایسے ۳۶ ممالک ہیں جن میں آزاد حکومت قائم ہے۔ نہ یہود کے پاس اتنے ممالک ہیں اور نہ ہندوؤں اور عیسائیوں کے پاس۔ کمیت کے اعتبار سے بھی مسلمان سب سے زیادہ ہیں۔ دولت کی بھی فراوانی ہے لیکن اس کے باوصف سب سے زیادہ ذلیل و خوار بھی یہی ہیں۔ اور انتشار و افتراق اور ابتلاء کے شکار ہیں۔ جس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ امّتِ مسلمہ نے اجتماعی طور پر قرآن کے بنیادی اصولوں کو پسِ پشت ڈال رکھا ہے۔ آج ریا اور دکھاوے کی زندگی والا کامیاب اور ہر کسی کا منظورِ نظر ہے۔ جس کا من گندا اور تن اُجلا وہ سب کے

نزدیک قابل صد احترام ہے۔ لیکن جس کا من اجلا اور تن بھی اجلا اس کی کوئی وقعت و عزت نہیں۔ حالانکہ بزرگی اور شرافت کا معیار خود باری تعالیٰ نے واضح طور پر فرما دیا ہے
اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ
کہ تم میں سے سب سے زیادہ معزز اور قابلِ احترام وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی اور اپنے رب سے ڈرنے والا ہے۔

دنیاوی منصبوں کے بھی سب سے زیادہ حقدار وہی لوگ ہیں جو اپنے رب کے نزدیک متقی اور پرہیزگار ہیں۔ تقوٰے نام ہے ایک کردار کا، ایک خاص طرز کی زندگی گذارنے کا، بالفاظِ دگر تقویٰ نام ہے اعتدال اور میانہ روی کا۔ مذہب اسلام میں نہ ہندوؤں کی طرح بن باس کی اجازت ہے اور نہ بالکل دنیا داروں کی طرح زندگی گذارنے کی بلکہ ان دونوں کے درمیان والا راستہ تقویٰ کا ہے۔

ہر کام شروع کرنے سے پہلے یہ غور کرنا ضروری ہے۔ کہ یہ کام کہیں خلافِ شریعت تو نہیں مجھے اس کا حساب بھی قیامت کے دن دینا ہوگا۔ اس کا نام تقوٰے ہے۔ اس غور کرنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ آدمی کا ضمیر اس فعل کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ دے دیگا ضمیر کی آواز کبھی غلط نہیں ہوتی سب سے بڑا متقی وہی ہے جس کا ہر فعل اس کے ضمیر کے تابع ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں تقویٰ کی [illegible]

نظارۃ المعارف نوشہرہ کا نتیجۂ وفاق سو فی صد رہا

حضرت لاہوریؒ و حضرت انورؒ کی زندہ کرامت

بحمدہٖ تعالیٰ نظارۃ المعارف مسجد سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نزد لال پل نوشہرہ صدر ضلع پشاور کے تیرہ (۱۳) طلباء نے امسال پہلی مرتبہ وفاق المدارس پاکستان کے تحت شعبان ۱۴۰۵ھ میں درجۃ الثانویہ (الخاصّہ + العامّہ) میں تحریری امتحان دیا۔ گذشتہ روز اُن کا نتیجہ اخبارات میں شائع ہوا۔ ماشاء اللہ تعالےٰ سو فی صد نتیجہ رہا۔ اس مدرسہ کا تحریری افتتاح حضرت ولیِ ابن ولی مولانا عبید اللہ انور رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا تھا۔ (جس کا عکس دوسری جگہ پیش خدمت ہے)۔ قبل ازیں گذشتہ سال بھی مدرسہ انوار القرآن نوشہرہ کے گیارہ طلباء نے امتحان دیا اور سب کامیاب رہے تھے۔ یہ دونوں مدرسے انجمن خدام الدین رجسٹرڈ نوشہرہ کے زیرِ اہتمام ہیں اور ان کی بحمدہٖ تعالیٰ خصوصیت یہ ہے کہ مدرسین اور طلباء میں سے کوئی بھی مشاہرہ/وظیفہ حاصل نہیں کرتے اور اس لحاظ سے ان کا ایک پیسہ بھی آمد و خرچ نہیں ہوتا۔ عمارت بھی نہیں ہے۔ اس بے سرو سامانی میں یہ کامیابیاں حضرت لاہوری قدس سرہ اور حضرت انور رحمہ اللہ تعالیٰ کی کرامت ہی کہی جاسکتی ہیں۔ احباب کرام سے خصوصی دعاؤں کی اور منسلکہ مسجد، مدرسہ اور خانقاہ کی تعمیرات کے لیے سرپرستی کی درخواست ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔

الاحقر احمد عبدالرحمٰن الصدیقی ایم۔اے
مدیر نظارۃ المعارف
نوشہرہ صدر

حوالہ ۱۲ ذوالحجہ ۱۴۰۵ھ

نظارۃ المعارف القرآنیہ نوشہرہ — تاریخ ۲۰ اگست ۸۵ء

تحریک مجاہدین اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد علمائے حق نے تحریک دارالعلوم دیوبند کا آغاز کیا جس نے آگے چل کر تحریک علی گڑھ اور تحریک دیوبند کو قرآن حکیم کی اساس پر ... میں نظارۃ المعارف القرآنیہ کی شکل میں جمع کر دیا لیکن بدقسمتی سے ذہنی غلام افراد شروع ہوئی۔ اس سے تحریک ہجرت و ریشمی رومال معرض وجود میں آئی جس میں شرکت کی پاداش میں برٹش سامراج نے حضرت شیخ التفسیرؒ کو لاہور میں نظربند کر دیا حضرت اقدس نے اپنی مقاصد کے لئے انجمن خدام الدین اور مدرسہ قاسم العلوم لاہور کا اجرا فرمایا جو بفضلہ تعالیٰ ۶۰ سال سے شمع اسلام کو فروزاں کئے ہوئے ہے

برادر محترم پیر و حید مولانا احمد عبدالرحمٰن صدیقی جو حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مہتمم جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں مسجد سیدنا عثمانؓ نوشہرہ میں نظارۃ المعارف القرآنیہ کے احیا کے لئے کمربستہ ہوئے ہیں۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے اکابر کے مشن کو جاری رکھنے اور کتاب و سنت کے پیغام کو تعلیم یافتہ طبقہ اور عام مسلمانوں تک پہنچانے کی توفیق ارزانی فرمائے الٰہ العالمین آمین

احقر عبید اللہ انور

بحمدہٖ تعالیٰ نظارۃ المعارف کی بنیاد، جانشین شیخ الاسلام قدس سرہ حضرت مولانا سید اسعد المدنی دامت برکاتہم نے ۹ ربیع الاوّل ۱۴۰۵ھ اپنے دستِ مبارک سے رکھی اور قبل ازیں مسجدِ سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا افتتاح مبارکہ، حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے خلیفۂ اجل حضرت العارف الصوفی محمد اقبال المدنی دامت برکاتہم نے ۹ شوال المکرم ۱۴۰۲ھ دو رکعت نفل اور خصوصی دعا سے فرمائی۔ اللھم لک الشکر و لک الحمد کلہ وصلی اللہ علی النبی الکریم



صحابہؓ سے بغض رکھنے والا نبیؐ کا دشمن اور نبیؐ کا دشمن خدا کا باغی ہے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کئی مرتبہ حضورؐ نے

خلافت، شہادت اور جنتؓ کی خوشخبری دی

انہوں نے اپنا مال اور اپنی جان سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کر دیا۔

جانشینِ امام الہدیٰ حضرت مولٰنا محمدّ اجمل قادری کا خطاب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ۔

ترجمہ: محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپؐ کے ساتھ ہیں کفار پر سخت ہیں آپس میں رحمدل ہیں۔

حضراتِ محترم! اس آیتِ کریمہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت کا بیان ہے۔ اللہ تعالےٰ نے صحابہ کرامؓ کی خود تعریف فرمائی ہے۔ اس آیت میں مالکِ ارض و سما نے حضور علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم کے صحابہؓ کو اپنی رضا و خوشنودی کی سند عطا فرمائی ہے، مگر بدقسمت ہیں وہ لوگ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے بغض و عناد رکھتے ہیں۔ خود کو مؤمن اور حضورؐ کے تربیت یافتہ صحابہؓ کو منافق کہتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے جیسے منصب نبوّت و رسالت کو تمام بلندیاں اور رفعتیں دے کر اپنے حبیبؐ کو "رحمۃ للعٰلمین" تمام جہانوں کے لیے نبی اور رحمت بنایا اسی طرح آپؐ کو صحابہؓ کی جو جماعت عطا فرمائی وہ بھی دنیا میں بے مثال جماعت تھی۔ جاں نثاری، فدا کاری اور اتّباع و خلوص میں صحابہ کرامؓ جیسے عظیم کردار لوگ قیامت تک پیدا نہ ہوں گے۔

حضرات خلفائے راشدین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے جانشین اور صحابہؓ کے سردار اور پیشوا ہیں۔ جو لوگ ان صحابہؓ سے بغض و عناد رکھتے ہیں اُن کے اس جرم کی سنگینی کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اُن کو صراطِ مستقیم سے ہٹا دیا ہے۔ یہ سنّت اللہ اور عادت الٰہیہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے دشمنوں کو تو ڈھیل دے دیتے ہیں مگر وہ اپنے دوستوں کے بارے میں بہت غیوّر ہیں۔ اللہ تعالےٰ اپنے کسی دوست، ولی، نبیؑ یا نبیؑ کے ساتھی کے بارے میں بغض و عناد کو کسی صورت معاف نہیں کرتا۔ قرآن کی آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے جن اصحابِ رسولؐ کا پیار سے ذکر کیا ہو اُن سے بغض رکھنے والے خدا کے عذاب سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک جنازہ لایا گیا مگر جنابِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا یا رسول اللہ آپؐ تو جنازہ پڑھنے سے کبھی انکار نہیں فرماتے۔ آج اس شخص کو کیا ہے کہ رحمت دو عالمؐ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا ہے تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ یہ مرنے والا شخص عثمان سے بغض رکھتا تھا اور خدا اسے مبغوض رکھتا ہے۔ چنانچہ حضورؐ نے حضرت عثمانؓ سے بغض رکھنے والے کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی۔ سچی بات یہی ہے کہ جو شخص صحابہؓ سے بغض و عناد رکھتا ہے وہ دراصل اللہ کے نبیؐ سے دشمنی رکھتا ہے اور جو اللہ کے نبی کا دشمن ہو وہ خدا کا باغی ہے۔ اس کی نجات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نمرود خدائی کا دعویدار اور خدا کا دشمن تھا اور دنیا میں اس نے اپنی جھوٹی خدائی کا سکہ رائج کر رکھا تھا مگر جب وہ اللہ کے خلیل سیدنا ابراہیمؑ کے مقابلہ پر آیا اور اُس نے اللہ کے نبی کو آگ میں ڈال کر ختم کرنے کی کوشش کی تو فوراً پکڑا گیا اور ذلیل و رسوا ہو کر جہنم میں جا پہنچا۔ امام مظلوم خلیفہ ثالث سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے چہیتے صحابی ہیں۔ ان کو حضورؐ سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو ان سے بے پناہ محبت تھی۔ بارگاہِ نبوّت سے انہیں کئی مرتبہ خلافت، شہادت اور جنّت کی بشارت دی گئی۔ امام الاولیاء داماد رسول اور حضرت عثمانؓ کے ہم زُلف خلیفہ چہارم حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ملاء اعلیٰ کو سرگوشیاں کرتے ہوئے سُنا کہ وہ حضرت عثمانؓ کو ذوالنّورین کے لقب سے یاد کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا آج کے بعد کوئی گناہ عثمانؓ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا اور پھر حضرت عثمانؓ کی اپنی سیرت اور ان کی عظیم الشان زندگی کو دیکھئے کہ بارہ سال کے عہدِ اقتدار میں بیت المال سے بحیثیت خلیفہ اور امیر کے اپنی تنخواہ تک نہیں لی۔ نہ صرف کچھ لیا نہیں بلکہ اپنے پاس جو کچھ تھا وہ شہادت تک سب حضورؐ کی امّت کے لیے اللہ کی راہ میں صرف کر چکے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے عمل سے بتایا کہ خلافت کتنا مقدّس منصب ہے اور خدا کا خوف رکھتے ہُوئے حکومت کیسے کی جاتی ہے۔ انہوں نے اپنے مخالفوں کا صفایا کرنے اور سزا دینے کے لیے کبھی سوچا تک نہیں تھا بلکہ اپنے حامیوں کو بھی روک دیا کہ وہ مدینہ طیبّہ کی حرمت قائم رکھیں اور کسی کا خون نہ بہائیں۔ پھر تاریخ گواہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد ظالموں کو کبھی چین نصیب نہ ہُوا۔ قیامت تک کے لیے ذلّت و رسوائی اور احساسِ محرومی ان کا مقدر بن گیا اور آخرت میں بھی وہ عذاب الٰہی سے بچ نہ سکیں گے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں حضرات صحابہ کرامؓ کے اعمال و کردار کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

قرآن بوسیدہ کتاب ہے؟

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے فرمایا میری رائے یہ ہے کہ پاکستان میں نفاق اعتقادی کے منافق موجود ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن ایک بوسیدہ کتاب ہے جو بس تبرکاً زیارت کے قابل ہے لیکن عمل کے قابل نہیں رہی بعض کہتے ہیں کہ قرآن کی حدود پر عمل ہُوا تو ایک ایک گاؤں میں پانچ پانچ ٹنڈے نظر آئیں گے اسلیے قرآن کے اس حصّے پر عمل نہیں ہو سکتا۔ میرے بھائیو! قرآن کے ایک لفظ کا انکار کرنے والا بھی کافر ہو جاتا ہے۔

مرسلہ: ابومنصور نعمانی، کہروڑ پکا



داماد مرتضیٰ رضہ



امیر المومنین

حضرت سیّدنا فارُوق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت

محرم الحرام کے مہینہ سے جہاں امتِ مسلمہ کی اور تاریخی یادیں وابستہ ہیں۔ وہاں اس ماہ کی آمد سے سیدنا ابی حفص عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی المناک شہادت کی یاد بھی تازہ ہو جاتی ہے۔

آپ کی شہادت دراصل آپ کی ایک دیرینہ دعا کا ثمرہ بن کر سامنے آئی۔ آپ اکثر و بیشتر یہ دعائیہ کلمات وردِ زبان رکھتے تھے اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وسلم) اے میرے پروردگار! مجھے شہادت کی موت سے سرفراز فرما۔ اور مجھے موت اپنے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے شہر (مدینہ) میں عطا فرما۔

دعاؤں کے قبول فرمانے والے کریم نے دعائے رسول فاروقِ اعظم رضہ کی یہ دعا لفظ بلفظ قبول فرمائی۔

سطحی نظر سے دیکھا جائے تو اس دعا کا قبول ہونا ممکن نظر نہیں آتا تھا کہ موت بھی شہادت والی اور آئے بھی مدینہ منوّرہ میں۔ مگر ربّ قدیر نے فاروقِ اعظم رضہ کی یہ آرزو پوری کر کے دکھا دی۔ کہ شہادت فی سبیل اللہ کا مرتبہ بھی ملا اور مدینہ منوّرہ میں موت والی تمنّا بھی پوری ہوئی مزید یہ کہ قربتِ روضۂ رسُول (صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہوئی۔

ہُوا یوں کہ نہاوند کا ایک ایرانی ابو لولو فیروز، مغیرہ بن شعبہ کا غلام تھا۔ وہ ایک روز فاروقِ اعظم رضہ سے بازار میں ملا اور شکایت کی کہ میرا آقا مجھ سے بہت زیادہ محصول وصول کرتا ہے وہ مجھ سے دو درہم روزانہ لیتا ہے۔ آپ رضہ نے اُس سے پوچھا۔ تم کون سے پیشے جانتے ہو؟ وہ بولا۔ ترکھان، لوہار رنگ سازی کا کام۔

آپ نے فرمایا۔ پھر تو دو درہم زیادہ محصول نہیں ہے۔ آپ نے پوچھا۔ مَیں نے سنا ہے کہ تم چکیاں بھی بناتے ہو۔ ایک چکّی مجھے بھی بنا دو۔ وہ بولا اگر جیتا رہا تو ایسی چکّی بنا کر دوں گا جس کی دھوم مشرق سے مغرب تک پھیل جائے۔ یہ کہہ کر وہ چلتا بنا۔ فاروق اعظم رضہ کچھ دیر اسے دیکھتے رہے۔ اور فرمایا اس غلام نے مجھے دھمکی دی ہے۔ آج کل کا کوئی حکمران ہوتا تو اس قسم کی دھمکی دینے والے کو فوراً گرفتار کرا کر مقدمہ چلاتا یا کم از کم نظر بند ضرور کرتا۔ مگر یہ فاروق اعظم رضہ تھے جنہوں نے ایسی بات کا نوٹس تک نہ لیا اور اسے کوئی اہمیت نہیں دی۔

قاتلانہ حملہ

اواخر ذی الحجہ ۲۳ھ میں فاروق اعظم رضہ ایک صبح حسب عادت مسجدِ نبوی ؐ میں نماز پڑھانے آئے۔ صفیں سیدھی کرنے کے بعد آپ نے آگے جا کر نیّت باندھ لی یکایک ابو لولو فیروز پارسی جو کہیں چھپا کھڑا تھا، دو دھاری تلوار لئے آپ کی طرف بڑھا اور بڑی تیزی سے چھ وار کر دئے۔ ایک وار ناف کے نیچے تھا۔ امیر المومنین رضہ زمین پر گر پڑے لوگوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ کچھ فاروق اعظم رضہ کی طرف دوڑے، کچھ ابو لولو کو پکڑنے بھاگے۔ اس نے دائیں بائیں خنجر چلا کر تیرہ آدمیوں کو زخمی کر دیا۔ آخر ایک آدمی نے پھرتی سے اپنا کمبل اس پر ڈال کر اسے نیچے گرا لیا ابو لولو نے جب دیکھا کہ بچ نکلنا ممکن نہیں تو اپنے خنجر سے اپنا کام بھی تمام کر لیا۔

امیر المومنین رضہ لہو کے جوہڑ میں پڑے تھے لوگوں نے مرہم پٹی کا ارادہ کیا۔ آپ رضہ نے پوچھا۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضہ کہاں ہیں؟ پہلے انہیں نماز پڑھانے دو۔ حضرت عبدالرحمٰن رضہ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ فاروق اعظم رضہ نے زمین پر ٹیک لگا کر لوگوں کے ساتھ نماز ادا کی۔ نماز کے بعد آپ نے پوچھا۔ میرا قاتل کون ہے؟ جب ابو لولو کا نام سنا تو فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ میرا قاتل لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ کہنے والا مسلمان نہیں ہے۔ گھرلا کر آپ کو کھجوروں کا پانی پلایا گیا وہ زخم میں سے باہر نکل گیا، پھر دودھ پلایا گیا وہ بھی باہر نکل گیا۔ اب فاروق اعظم رضہ کو یقین ہو گیا کہ وہ زخموں سے بچ نہیں سکیں گے۔ آپ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ کو بلایا اور فرمایا:

"بیٹا! حضرت عائشہ رضہ کی خدمت میں جاؤ انہیں عمر رضہ کا سلام کہو۔ میرے نام کے ساتھ امیر المومنین کا لقب مت لگانا۔ کیونکہ میں اب اس عہدہ پر نہیں ہوں۔ اُن سے کہنا، عمر رضہ آپ کے حجرے میں رحمۃ للعالمین ؐ اور ابوبکر صدیق اکبر رضہ کے پہلو میں دفن کئے جانے کی درخواست کرتا ہے۔"

حضرت عبداللہ رضہ نے جا کر دیکھا حضرت عائشہ رضہ رو رہی ہیں۔ آپ نے باپ کا پیغام انہیں پہنچایا وہ بولیں یہ جگہ مَیں نے اپنے لئے مخصوص کر رکھی تھی مگر مَیں عمر رضہ کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔ حضرت عائشہ رضہ کا یہ جواب سن کر حضرت فاروق اعظم رضہ کا زرد چہرہ چمک اٹھا بولے۔ اللہ تعالےٰ کا بے حد شکر ہے۔ یہ زندگی کی سب سے بڑی خواہش تھی لیکن دیکھو بیٹا! جب میرا جنازہ حضرت عائشہ رضہ کے حجرے میں لے جاؤ انہیں پھر میرا سلام کہنا اور ان سے پھر اجازت طلب کرنا اگر وہ اجازت دے دیں تو مجھے وہاں دفن کرنا، ورنہ مدینہ کے قبرستان میں۔

وفات

فاروقِ اعظم رضہ اپنے کمرے میں چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے مہاجرین و انصار کی بھیڑ تھی کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو آنسو نہ بہا رہی ہو۔ یکدم آپ کو کچھ خیال آیا اپنے بیٹے عبداللہ رضہ سے

(باقی ۱۶ پر)

شیخ محمد ابراہیم ایم، اے



حالاتِ زندگی

آپ کا پورا اسم گرامی فخرالدین رازی ابو عبداللہ محمد بن عمر بن حسین القرشی الطبرستانی ہے۔ آپ مسلکاً شافعی تھے۔ اور علم تفسیر اور علم کلام اور فنّ منطق اور علم اصول اور علم طب میں یکتائے روزگار تھے۔ چنانچہ آپ جیسے فن منطق وغیرہ میں ایک بہت بڑے امام شمار کئے جاتے ہیں ایسے ہی آپ علم تفسیر اور علوم قرآن میں بھی بہت بڑے امام شمار ہوتے ہیں اس کی شہادت آپ کی تصانیف خاص کر آپ کی عمدہ تصنیف تفسیر الکبیر ہے جو کہ بتّیس ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

آپ کے بلند مرتبہ اور امتیازی شان کے لئے یہی کافی ہے کہ علمائِ اصول جب آپ سے کوئی روایت نقل کرتے ہیں تو یوں کہتے ہیں۔ قَالَ الاِمامُ کذا یا یوں کہتے ہیں عند الامام۔ جب اپنی کتب اور عبارات میں قال الامام کہتے ہیں اور آپ کا نام نہیں ذکر کرتے تو اس سے مراد صرف آپ کو ہی لیتے ہیں گویا ان کے نزدیک آپ ایک جیّد امام ہیں۔

پیدائش اور تحصیلِ علم

آپ پچیس رمضان المبارک ۵۴۳ھ یا ۵۴۴ھ یا ۵۴۵ھ کو ری مقام میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد امام ضیاءالدین خطیب ری سے حاصل کی۔ اسی وجہ سے آپ ابن خطیب الرّی سے معروف تھے۔ آپ نے ابھی تعلیم مکمل نہیں کی تھی کہ آپ کے والد انتقال کر گئے۔ اس کے بعد آپ تحصیل علم کے لئے علامہ سمعانی کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے ایک طویل مدت تک تحصیل علم میں مشغول رہے پھر ری واپس آ گئے اور علوم فلسفہ میں مشغول ہو گئے اور علوم فلسفہ مجدالدین الجیلی سے پڑھے — مجدالدین الجیلی اپنے زمانہ کے ایک علوّ مرتبت امام تھے اور یہ محمد بن یحییٰ کے تلامذہ میں سے تھے۔

فخرالدین رازی ابھی بچے ہی تھے کہ مجدالدین الجیلی نے آپ کو مراغہ شہر بلوایا۔ اور اپنے ساتھ درس و تدریس کے کام پر مامور کر دیا۔ چنانچہ آپ کافی مدت تک درس و تدریس میں مشغول رہے۔ ابتداءً تو آپ علمِ فقہ میں مشغول رہے پھر علوم فلسفہ میں مشغول ہوئے اور اتنا کمال حاصل کیا کہ آپ کے زمانہ میں کوئی عالم علومِ فلسفہ کا ماہر آپ کا مقابلہ نہ کر سکا۔ آپ کی مجلس بڑی جلالتِ شان والی ہوتی تھی اور اس کے ارکان بڑے بڑے شرفاء تھے۔

اپنے زمانہ میں آپ کی قدرو منزلت آپ کے ہمعصر سلاطین سے زیادہ تھی۔ ان تمامتر خوبیوں اور کمالات کے باعث آج تک آپ کا نام نامی روشن ہے۔

اساتذہ

علامہ ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں آپ کے بہت سے شیوخ اور اساتذہ کا تذکرہ کیا ہے۔ جن میں سے زیادہ مشہور آپ کے والد ضیاءالدین عمر اور مجدالدین الجیلی ہیں۔

تصانیف

آپ کی بہت سی مفید ترین تصانیف ہیں۔ جس میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:-

۱- التفسیر الکبیر۔ جس کا اصلی نام مفاتیح الغیب ہے اور یہ بتّیس ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور یہ مصر میں طبع ہو چکی ہے۔

۲- کتاب التّفسیر والصغیر جس کا اصلی نام اسرار التنزیل و انوار التّاویل ہے۔

۳- کتاب نہایہ والمعقول

۴- المحصول فی علم اصول الفقہ

۵- المباحث المشرقیہ

۶- لباب الاشارات

۷- کتاب الطّریقۃ فی الجدل

۸- المطالب العالیہ والحکمۃ

۹- زبدۃ الافکار و عمدۃ النظار

۱۰- سراج القلوب

اس کے علاوہ آپ کی مفید ترین تصانیف بیسیوں کی تعداد میں موجود ہیں۔

آپ کی کچھ تصانیف فارسی زبان میں بھی ہیں۔ مثلاً الرّسالۃ الکمالیّہ اور تعجیز الفلاسفہ اور البراہین البہائیہ وغیرہ۔

علوم و معارف

آپ علم فقہ اور علوم لغت اور فنّ مطلق اور مذاہبِ کلامیہ میں اپنے زمانہ کے علماء سے افضل و اعلیٰ تھے۔

اسی طرح فن طبّ اور علوم فلسفہ میں بھی آپ کے ہمعصروں میں سے آپ کے پایہ کا کوئی عالم نہیں تھا۔ اپنے زمانہ میں آپ ان علوم میں بہت مشہور ہوئے چنانچہ آپ کے پاس تحصیل علم کے لئے بڑی دور دراز سے لوگ سفر کر کے آتے اور آپ سے علوم و معارف کی تحصیل کرتے۔ آپ درست فکر، بلیغ قول، اور جیّد بیان کے مالک تھے۔ آپ کا جیّد تعبیر اور عمدہ بیان والا ہونا آپ کی تصانیف خصوصًا آپ کی معروف تصنیف تفسیر الکبیر سے معلوم ہوتا ہے علاوہ ازیں علمِ طب میں بھی آپ درست کے مالک تھے۔ اس کے علاوہ آپ علم ادب اور شعر میں بھی بڑے ماہر تھے چنانچہ آپ عربی اور فارسی میں بڑے عمدہ اشعار نظم کرتے تھے۔ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ آپ کی تصانیف بہت مفید ہیں اور بہت مشہور ہیں اور یہ بڑی سعادت کی بات ہے کہ آپ سے پہلے لوگ متقدمین کی کتب میں مشغول تھے لیکن جب آپ کی تصانیف منظرِ عام پر آئیں لوگوں نے متقدمین کی کتب کو چھوڑ دیا اور آپ کی کتب میں مشغول ہو گئے۔

امام موصوف ہی وہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے وہ ترتیب ایجاد کی جو کہ متقدمین کی کتب میں نہیں ملتی اور آپ نے وہ

طریق اختیار کئے جن کی طرف متقدمین میں سے کسی نے پیش قدمی نہیں کی۔

صفات، حلیہ مبارک اور خوش بیانی

آپ متوسط قد، چوڑے جسم، گھنی داڑھی، سریلی آواز، صاحبِ وقار اور با رعب شخصیت کے حامل تھے۔ آپ بہت مالدار اور صاحبِ ثروت تھے اور انتہائی خوبصورتی کے مالک تھے۔ مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جب آپ سوار ہوتے تو آپ کے ساتھ تین سو طالب علم پیدل چلتے۔ جن میں سے بعض علم تفسیر اور بعض علمِ فقہ، بعض علم کلام، بعض علمِ طب اور علوم فلسفہ کے طالب علم ہوتے تھے۔

آپ کو وعظ و نصیحت میں بھی کامل دسترس حاصل تھی اور آپ میں وجدان کا عنصر پایا جاتا تھا۔ چنانچہ آپ جب وعظ فرماتے تو آپ کے وعظ کو سن کر اکثر سامعین پر وجد طاری ہو جاتا اور انتہائی شدت کے ساتھ رونے لگتے۔ آپ کے مواعظ اور سحر بیانی ان کے دلوں میں سرایت کر جاتی۔

ابن خلکان کا بیان ہے کہ آپ کے لئے وعظ میں ید بیضا تھا۔ آپ دو زبانوں میں وعظ فرماتے تھے۔ عربی زبان میں اور عجمی زبان میں اور وعظ کے وقت آپ کی یہ حالت ہوتی تھی کہ آپ پر وجد طاری ہو جاتا اور بہت روتے۔

آپ کی مجلس میں شہر ہرات کے مختلف مذاہب کے لوگ حاضر ہوتے اور آپ سے سوالات کرتے۔ چنانچہ آپ ہر سائل کو شافی و وافی جواب سے مطمئن فرماتے۔ آپ کی وجہ سے مذاہب باطلہ میں سے بہت سے لوگوں نے اپنے مذہب باطلہ کو چھوڑ کر اہل سنت کے مذہب کی طرف رجوع کر لیا۔ مثلاً کرامیہ کی ایک جماعت نے آپ کے ہاتھ پر اپنے مذہب باطلہ سے توبہ کر کے اہل سنّت کے مذہب کی طرف رجوع کر لیا۔

سلاطین اور شرف کی طرف سے آپ پر انعام واکرام

آپ شہاب الدین سلطان غزنوی کی طرف جب تشریف لے گئے تو سلطان نے آپ کا انتہائی اکرام و احترام کیا اور آپ کو کثیر انعامات سے نوازا۔

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کو جب آپ کی زیارت کی طلب ہوتی تو سلطان خود امام فخرالدین رازی کے دولت کدہ پر حاضری دیتے اور آپ کی زیارت سے محظوظ ہوتے۔

بڑے بڑے رؤسا آپ کا بہت اکرام اور تعظیم کرتے چنانچہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی نسبت سے آپ کی اولاد کا بھی بہت احترام و اکرام کیا جاتا۔

طریقۂ درس

امام فخرالدین رازی جب تدریس کے لئے بیٹھتے تو آپ کے اردگرد آپ کے کبار تلامذہ کی ایک جماعت بیٹھتی جیسے زین الدین کشی اور قطب الدین مصری، شہاب الدین نیشاپوری۔ پھر ان کے پیچھے صغار تلامذہ بیٹھتے۔ پھر ان کے علاوہ علم اور فہم میں مرتبے کے لحاظ سے ترتیب سے بیٹھتے۔ جب کوئی آپ کے تلامذہ میں سے کسی مسئلہ کے متعلق سوال کرتا تو آپ کے تلامذہ میں سے ہی کوئی اس سوال کا جواب دیتا۔ اگر اس مجیب کے لئے جواب دینا مشکل ہو جاتا تو آپ کے کبار تلامذہ میں سے کوئی جواب دیتا۔ اگر کبار تلامذہ میں سے بھی کوئی جواب نہ دے سکتا۔ تو آپ خود جواب شافی سے مطمئن فرماتے۔

سلاطینِ وقت کا آپ کی طرف پیدل چل کر آنا

شمس الدین محمد الاوتار موصلی کا بیان ہے کہ میں شہر ھرات میں تھا تو شیخ فخرالدین رازیؒ نے بھی شہر امیال سے شہر ہرات آنے کا ارادہ فرمایا۔ آپ کے ساتھ کثیر لوگوں کی جماعت تھی۔ جب آپ شہر ھرات پہنچے۔ تو بادشاہ وقت نے آپ سے ملاقات کی اور آپ کا انتہائی احترام کیا اور اس کے بعد آپ کے لئے منبر منگوایا اور ایوانِ صدر سے ایک تکیہ منگوایا۔ تاکہ آپ منبر پر تشریف فرما ہوں اور لوگ آپ کی زیارت سے محظوظ ہوں اور آپ کے کلام کو سنیں۔ میں بھی اس دن ایوان سلطان، دوسرے لوگوں کے ساتھ حاضر تھا۔ میری ایک جانب شرف الدین ابن عینی شاعر بیٹھے تھے یہ مجلس لوگوں کی کثرت کی وجہ سے بڑی پُر رونق تھی۔

شیخ فخرالدین رازی ایوانِ صدر میں تشریف فرما تھے۔ آپ کے دائیں اور بائیں جانب سلاطین ترک کی دو صفیں تھیں جو کہ تلواروں پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ اسی دوران آپ کے پاس سلطان حسین ابن خرمیل گورنر ھرات آئے اور سلام کیا تو شیخ نے ان کو اپنے قریب بیٹھنے کا حکم دیا۔ اسی دوران آپ کے پاس سلطان محمود ابن اخت شہاب الدین الموری گورنر فیروز کوہ بھی تشریف لائے انہوں نے بھی سلام کیا۔ تو شیخ نے ان کی طرف بھی بیٹھنے کے متعلق اشارہ کیا اور اس کے بعد شیخ نے مواعظ نفوس پر انتہائی فصاحت و بلاغت کے ساتھ کلام کیا۔

تصوّف و زہد

امام فخرالدین رازیؒ کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ آپ موت کو کثرت سے یاد کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے ~~کہدی قدر~~ کہ میں نے اس قدر علوم حاصل کئے ہیں جس قدر کہ انسانی طاقت کے لئے ممکن ہے لیکن ہمیشہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی ملاقات اور اس کے دیدار کو ہی ترجیح دیتا رہا ہوں۔

علمِ کلام میں مشغولیت پر اظہارِ ندامت

ابن صلاح کہتے ہیں کہ مجھے قطب طوغانی نے دو مرتبہ یہ بات بتلائی کہ انہوں نے فخرالدین رازیؒ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ "اے کاش! کہ میں علمِ کلام میں مشغول نہ ہوتا۔ یہ کہہ کر پھر رونے لگتے۔

اور آپ سے یہ بھی منقول ہے کہ میں نے طرزِ کلامیہ اور مناہج فلاسفہ کو آزمایا لیکن میں نے نہ طرزِ کلامیہ کو علیل کے لئے سیراب کن پایا اور نہ ہی مناہجِ فلاسفہ کو علیل کے لئے شفا پایا۔ بلکہ میں تمام طُرق اور راستوں میں سے قرآن پاک کا راستہ احسن و اتم پایا۔ اس کے بعد تنزیہ کے بارے میں یہ آیت تلاوت فرماتے۔ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ غنی ہیں اور

تم محتاج ہو۔

نیز یہ بھی تلاوت فرماتے لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ) اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں۔

اور یہ آیت بھی تلاوت فرماتے۔ قُلۡ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ۔ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے اللہ ایک ہے۔

اثبات میں یہ آیت تلاوت فرماتے اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی ط۔ اللہ تعالےٰ ایسے عرش پر ہیں جو کہ اس کی شایانِ شان ہے۔ نیز یہ آیت بھی تلاوت فرماتے یخافون رَبَّھُمۡ مِّنۡ فَوۡقِھِمۡ۔ یعنی وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ اِلَیۡہِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ۔ یعنی اللہ ہی کی طرف پاکیزہ کلام چڑھتے ہیں۔ اور تملیک کے بارے میں یہ آیت تلاوت فرماتے۔ قُلۡ کُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰہ۔ کہہ دیجئے ہر چیز اللہ تبارک و تعالےٰ کی طرف سے ہے۔

پھر فرماتے ہیں میں صمیم قلب سے یہ بات کہتا ہوں کہ اس بات کا اقرار کرنے والا ہوں کہ اے خدا! ہر وہ چیز جو کہ اکمل ہو، افضل ہو، اعظم ہو، اجل ہو وہ تیرے قبضۂ قدرت میں ہے اور ہر وہ چیز جس میں عیب اور نقص ہے آپ اس سے مبرا، منزہ، مقدس اور پاکیزہ ہیں۔

وفات

۶۰۶ھ میں آپ سخت بیمار ہو گئے جس سے آپ کو اپنی موت کا یقین ہو گیا۔ چنانچہ آپ نے شاگرد رشید ابراہیم ابن ابی بکر اصفہانی سے اہلِ علم اور عامۃ الناس کے لئے ایک مفید ترین وصیت تحریر فرمائی۔ جو کہ تفسیر کبیر کے پہلے جز میں موجود ہے۔ لیکن اس وصیّت کے املاء کروانے کے بعد بھی آپ تقریباً ایک سال تک زندہ رہے۔ آخرکار آپ نے ۶۰۶ھ کے آخر میں تقریباً ۶۲ سال کی عمر میں اس دارِ فانی کو رخصت کیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

بقیہ : فاروق اعظم رضؓ

بیٹا! مجھ پر قرض کتنا ہے۔؟ جواب ملا۔ چھیاسی ہزار درہم۔ آپؓ نے فرمایا۔ یہ قرض میری جائیداد بیچ کر ادا کر دینا۔ اگر پوری نہ ہو تو بنی عدی سے کہ باقی وہ ادا کریں۔ اگر وہ ادا نہ کر سکیں تو قریش سے کہنا۔ ان کے علاوہ کسی سے درخواست نہ کرنا۔ بعد میں یہ قرض آپ کا مکان بیچ کر ادا کیا گیا۔ تیسرے روز آپؓ کی حالت نازک ہو گئی۔ اللہ تعالےٰ کے ڈر سے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپؓ نے عبداللہ سے کہا بیٹا! مجھے پکڑ کر سجدے کی حالت میں کر دو۔ حضرت عبداللہؓ نے حکم کی تعمیل کی۔ فاروق اعظمؓ اللہ تعالےٰ کے حضور گڑگڑانے لگے اے اللہ! مجھے اپنی مغفرت سے ڈھانپ لے اگر ایسا نہ ہوا تو افسوس ہے مجھ پر اور اس ماں پر جس نے مجھے جنا۔ اگلے لمحے فاروق اعظمؓ اللہ تعالےٰ کی آغوش میں جا پہنچے۔

وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن ؎

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

بقیہ : نمازیں ۔۔۔۔۔

کاش کہ عمل ہو ۔۔

تَدۡخُلُوۡا جَنَّۃَ رَبِّکُمۡ

(اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(جامع الصغیر صا)

محمد شفیع عمر الدین

میرپور خاص (سندھ)

نمازیں پابندی کے ساتھ باجماعت پڑھا کریں

اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ ط اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡھٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ

(عنکبوت ۴۵)

ترجمہ: اور نماز کے پابند رہو۔ بے شک نماز بے حیائی اور بُری بات سے روکتی ہے۔

لہذا فرض نمازیں مسجد میں باجماعت پڑھا کریں اور نماز پڑھتے وقت تعدیلِ ارکان کا خیال رکھیں۔

نمازِ باجماعت پڑھنے کا ثواب اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس گنا زیادہ ہے۔

جب نماز کی اذان سنو تو سب کام چھوڑ کر اوّل نماز کی ادائیگی میں لگ جاؤ۔ کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ تکبیر اولیٰ (جو دُنیا و فیہا سے بہتر ہے) بھی مل جائے۔ نماز سے فارغ ہو کر شرعاً جائز کاموں میں لگ جانا موجب خیر و برکت ہے۔

جان بوجھ کر نماز قضا نہ ہونے دیں۔ ایک وقت کی نماز ترک کرنے کی سزا دوزخ میں ایک حقبہ یعنی اسّی برس کی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے اور پابندی سے نمازیں پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگر نمازیں قضا ہو گئی ہوں تو اُن کی جلد سے جلد ادائیگی کا فکر کریں۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہر نماز کے وقت اُسی وقت کی ایک قضا پڑھ لی جائے۔ قضا نمازوں کے صرف فرض اور رات کے وتر پڑھے جاتے ہیں۔ سنتیں اور نوافل نہیں پڑھے جاتے۔ نیز نماز قضا کرنا گناہ ہے۔ اس گناہ کی استغفار ہی کریں کہ اللہ معاف فرمائے اور عقوبت سے بچائے۔

ہمارے اکابر بزرگ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہٗ بیماری کی وجہ سے چلنے پھرنے کے قابل نہ تھے تاہم آپ اپنے حضرات اسلاف علیہم الرحمۃ کی روش اختیار کر کے نمازِ باجماعت ادا کرنے کے لیے ڈولی میں بیٹھ کر مسجد میں تشریف لے جاتے تھے۔ (مکتوب ۴۷۔ دفتر ۳)

ہمیں بھی چاہئے کہ جب تک مرض کی حالت میں دوسرے کی مدد سے مسجد میں جانے کے قابل ہوں، تب تک فرض نمازیں باجماعت مسجد میں حاضر ہو کر پڑھا کریں۔

حضرت سیدنا و مرشدنا مولانا امام ربّانی مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

"صوفیائے خام ذکر و فکر کو تمام ضروری جان کر فرضوں اور سنتوں کو بجا لانے میں سستی کرتے ہیں اور چلّے اور ریاضتیں

اختیار کرکے نمازِ جمعہ اور (پنجگانہ نماز کی) جماعت ترک کر دیتے ہیں ۔ وہ یہ بات نہیں جانتے کہ ایک فرض نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا اُن کے ہزاروں چلّوں سے بہتر ہے ۔ ہاں سب شرعی آداب کا خیال رکھتے ہوئے ذکر و فکر کرنا بہتر اور ضروری ہے ۔

(از مکتوب ۲۶۰ ۔ دفتر اوّل)

جنّت کی بشارت کے مستحق :

حدیث شریف میں ہے :

۱ ۔ اِتَّقُوا اللّٰہ

(اللہ سے ڈرو)

یعنی اللہ کی عقوبت سے ڈرو گناہوں سے بچو اور طاعت کی راہ پر ڈٹ کر چلو ۔

۲ ۔ وَصَلُّوا خَمْسَکُمْ

(اور پنجگانہ فرض نمازیں پڑھا کرو) ۔

یعنی پنجگانہ فرض نماز پابندی سے پڑھا کرو ۔

۳ ۔ وَصُوْمُوْا شَهْرَكُمْ

اور اپنے رمضان کے مہینے کے روزے رکھا کرو ۔

۴ ۔ وَاَدُّوْا زَكٰوةَ اَمْوَالِكُمْ طَيِّبَةً بِهَا اَنْفُسَكُمْ

اور اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور زکوٰۃ دے کر اپنے آپ کو پاک کرو) یعنی فریضہ زکوٰۃ حقداروں کو دو ۔

۵ ۔ وَاَطِيْعُوْا اِذَا اَمَرَكُمْ

(جب حکم ملے اس کی پیروی کرو) ۔

یعنی اللہ تعالےٰ اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی پیروی کرو نیز صاحب امر (حاکم)

(ترمذی ۱۲۱ ج ۱)

سہ روزہ سیرت النبی کانفرنس لاہور

لاہور : جامعہ محمدیہ قاسمیہ کے زیر اہتمام پانچویں سالانہ سہ روزہ سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کانفرنس انشاء اللہ مورخہ ۴-۵-۶ اکتوبر ۱۹۸۵ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار کو جامعہ محمدیہ قاسمیہ، شاہ جمال ٹاؤن، متصل ریلوے پھاٹک، فیروز پور روڈ بالمقابل بکچر فیکٹری والٹن روڈ، لاہور میں منعقد ہو رہی ہے جس میں جناب نفیس الحسینی، علامہ خالد محمود، مولانا منظور احمد چنیوٹی، مولانا ضیاء القاسمی، مولانا محمد اجمل خاں، مولانا عبدالقادر آزاد، قاری عبدالحی عابد اور متعدد دوسرے علمائے کرام خطاب فرمائیں گے ۔ مولانا سیف اللہ خالد نے عامۃ المسلمین سے کانفرنس میں شرکت کی اپیل کی ہے ۔

سانحہ ارتحال

قارئین خدام الدین یہ خبر انتہائی رنج و غم سے پڑھیں گے کہ حضرت مولانا محمد شریف وٹو نائب امیر جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے برادرِ حقیقی مولوی محمد جمیل صاحب قضاء الٰہی سے وفات پا گئے ہیں ۔ حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری مدظلہ نے سوگوار خاندان سے تعزیت فرمائی ہے اور جماعت سے مرحوم کے لئے دعا کی درخواست کی ہے حضرت جانشین امام الھدیٰ نے سوگوار خاندان کے نام ایک پیغام میں کہا ہے کہ حضرت مولانا غلام قادر صاحب ایک بہت بڑے عالم اور ولی کامل تھے اور مولوی جمیل احمد صاحب مرحوم اپنے باپ کی صحیح تصویر تھے ۔ اللہ تعالےٰ ان کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے ۔ اور ان کے صاحبزادوں کو اپنے مرحوم باپ اور دادا کا صدقہ عطا فرمائے ۔ آمین

(قسط ۲) راشد شکور، سیالکوٹ



مولانا شہید کی مخالفت اور آپ کی ثابت قدمی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سب سے زیادہ مبتلائے مصائب انبیاء ہوئے ہیں ۔ ان کے بعد درجہ بدرجہ اہل فضل و کمال ۔ علامہ تاج الدین السبکی طبقات الشافعیہ میں لکھتے ہیں ۔ "کوئی امام ایسا نہیں ہوا ۔ کہ زبان درازوں نے جس کے حق میں زبان دراز نہ کی ہو" ۔

شہیدؒ کے مخالفوں نے خوب ڈٹ کر ان کی مخالفت کی ۔ یہاں تک کہ دہلی کے بدمعاشوں اور شہدوں نے ان پر قاتلانہ حملہ کیا ۔ تمام درباروں کے متولّی مخالف ہو گئے ۔ کچھ عرصہ کے لئے انہیں شہر بدر بھی کر دیا گیا ۔

ایک دفعہ شہید کے مخالفوں کا اجلاس ہوا جس میں پہلے ان پر تبرّا بازی کی گئی بعد ازاں قرارداد پاس ہوئی کہ جس چیز کو اسمٰعیل حلال کہے گا ہم اسے حرام کہیں گے اور جسے وہ حرام کہے گا ہم اسے حلال کہیں گے" ۔

ناعاقبت اندیشوں کی عقلوں پر پردہ پڑ گیا تھا تعصب نے آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی کہ مولانا شہیدؒ کی مخالفت میں بالکل اندھے ہو گئے تھے (حیاتِ طیبہ ص۱۱۱)

اس مخالفت میں سب سے زیادہ پیش پیش مولوی فضل حق خیر آبادی مرحوم تھے ۔ کیونکہ انگریزوں کا اہل کار ہونے کی وجہ سے ان کا بڑا رعب اور دبدبہ تھا لیکن مولانا شہیدؒ ایسے دبدبوں سے کب دبنے والے تھے اپنی دھن میں خدا اور رسولؐ کا پیغام اور حکم لوگوں کو سناتے رہے اور دنیا نے دیکھا کہ ابن اسحٰق کا قول کس طرح سچ ہوا وہ کہتے تھے "اگر کوئی شخص ناکامی میں بھی کوشش کرتا رہے تو آخر اس کی ناکامی بھی کامیابی میں بدل جاتی ہے ۔ شروع شروع میں تو مولانا شہیدؒ کے معتقد معدودے چند آدمی تھے لیکن بعد میں ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی ۔

جہاد باللسان میں حضرت شہید کو جو جو تکالیف پہنچی ہیں، ان میں وہ ایک لمحہ کے لئے بھی دل برداشتہ اور کبیدہ خاطر نہیں ہوئے ۔ ایک دن وعظ کے لئے جا رہے تھے کہ راہ میں ایک بوڑھا مجاہد ملا اس نے آبدیدہ ہو کر کہا "اے ہمارے نوجوان ہادی ! تو اس طرح راہ دکھائے اور تیری ہر سعی یوں رائیگاں جائے ، افسوس ! کیسے سنگدل ہیں یہ لوگ جو تیری بات نہیں سنتے اگر سنتے ہیں تو عمل نہیں کرتے" ۔ آپ نے مسکرا کر جواب دیا

"بڑے میاں! یہ کام صدیوں میں ہؤا کرتا ہے۔ صدیوں کی خرابی صدیوں ہی میں جاتی ہے"۔ بوڑھے نے کہا "تو قطعی کامیاب ہوگا، خدا تیری عمر میں برکت دے"۔ قریب سے ایک مسافر گذر رہا تھا اس نے باآواز بلند کہا "آمین!" دو گھنٹے بعد اس کا اثر ظاہر ہو گیا جب آپ توحید پر وعظ کر رہے تھے تو دو صد آدمی وعظ سن کر توبہ کر رہے تھے۔

حج سے واپسی اور جہاد کی دعوت

جب سید احمد شہیدؒ نے فریضہ حج کی ادائیگی کا اعلان کیا تو شاہ صاحب بھی اپنے مرشد کے ساتھ چلنے کو تیار ہو گئے۔ آپ ۶۹۳ مسلمانوں کی معیت میں ۲۸ شعبان ۱۲۳۷ھ ۱۸۲۱ء کو مکۃ المکرمہ پہنچے۔ تقریباً سوا سال حجاز مقدس میں قیام کیا۔ دو سال بعد روم، مصر، بلغاریہ وغیرہ سے ہوتے ہوئے ۲۹ شعبان ۱۲۳۹ھ ۱۸۲۳ء کو واپس ہندوستان تشریف لائے۔ جب یہاں پہنچے تو انہوں نے ہندوستانی مسلمانوں کا موازنہ حجاز اور عرب ممالک کے مسلمانوں سے کیا تو انہیں یہ دیکھ کر بہت دکھ ہؤا کہ مسلمانانِ ہند دوسرے مسلمانوں سے بہت پیچھے ہیں اور ان پر غیر مسلموں کی رسوم پوری طرح رچ بس گئی ہیں اور طرح طرح کی مصیبتوں میں گرفتار ہیں۔ اپنے ہموطنوں کو ان مصائب سے نجات دلانے کے لئے آپ نے ہندوستان بھر کا دورہ کیا۔ قریہ قریہ اپنے نمائندے بھیج کر عوام تک جہاد کا پیغام پہنچایا۔ اس مہم میں ملاؤں اور پیٹ کے پجاریوں کو سخت تکلیف ہوئی۔ انہوں نے حکام سے مل کر اس کاروائی کے راستے مسدود کر دیئے لیکن شاہ صاحب اپنی دھن میں لگے رہے۔ اور انتہائی ثابت قدمی سے لوگوں کو جہاد کے لئے تیار کرتے رہے اور ہمہ تن جہاد کے لئے وقف ہو گئے۔ سر سید احمد خاں نے لکھا ہے کہ "اس طرح تقریر و وعظ کی بناء ڈالی کہ مسائل جہاد فی سبیل اللہ بیشتر بیان ہوتے اور یہاں تک کہ آپ کی صیقل تقریر سے مسلمانوں کا آئینۂ باطن مصفا و مجلاّ ہو گیا اور وہ اس طرح سے راہ حق میں سرگرم ہوئے کہ ہر شخص بے اختیار چاہنے لگا کہ سر اس کا راہِ حق میں فدا ہو اور جان اس کی اعلاءِ لوائے دینِ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں صرف ہو"۔

جہاد

شاہ صاحب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس فرمان مبارک کی حقیقت کو بخوبی سمجھتے تھے کہ "اگر تم جہاد کرنا ترک کر دوگے تو اللہ تعالےٰ تم پر ذلت مسلّط کر دے گا اور اس کو اس وقت تک دور نہ کرے گا جب تک تم اپنے دین پر واپس نہ آ جاؤ گے"۔

شاہ صاحب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ مسلمانوں پر ذلت مسلّط کر دی گئی ہے جس کی چھاپ روز بروز گہری ہوتی جا رہی ہے۔ چنانچہ آپ نے ہر برائی کے خلاف جہاد کرنے کی ٹھان لی۔ جہاد مسلمان کا طرۂ امتیاز ہے جب تک یہ جہاد کرتا رہتا ہے اس کا رعب و دبدبہ قائم رہتا ہے، اس کا تشخص برقرار رہتا ہے اور یہ انفرادی حیثیت سے پہچانا جاتا ہے لیکن جونہی جہاد سے منہ موڑتا ہے حدیث بالا کے مطابق قعرِ مذلت کی انتہائی گہرائیوں میں جا گرتا ہے۔

←

جہاد کی اقسام

یوں تو جہاد کی کئی اقسام ہیں لیکن مجملاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ جہاد کی تین اقسام ہیں (۱) جہاد بالقلم (۲) جہاد باللسان۔ (۳) جہاد بالسیف۔ ان میں سب سے بلند تر درجہ جہاد بالسیف کا ہے۔ جس میں جان تک قربان کر دی جاتی ہے۔ شاہ صاحب نے ان تینوں قسموں کے جہاد میں حصہ لیا۔ چنانچہ بڑے بڑے مجاہدین امت میں شاہ صاحبؒ نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ قلم اور لسان سے شاہ صاحبؒ نے مسلمانوں میں بڑھتے ہوئے شرک و بدعت کے خلاف جہاد کیا اور تلوار سے غیر مسلموں کے ساتھ جہاد کیا۔ جہاد بالقلم کی صورت میں بڑے بڑے معرکہ کی کتابیں ان کے قلم سے نکلیں۔ تقویۃ الایمان سے شرک و بدعت کی بنیادیں ہل گئیں۔ ایضاح الحق الصریح جیسی کتاب میں غیر اسلامی رسوم پر ایک زبردست چوٹ پڑی۔ رد الاشراک نے شرک کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا اور حقیقت امامت سے اسلامی ریاست کے قائد یا امام کے اسلامی زاویہ نگاہ پر روشنی پڑتی ہے اور جہاد باللسان کی صورت میں ہزاروں لوگوں کو ہدایت نصیب ہوئی۔ بیسیوں رنڈیاں تائب ہو گئیں۔ کئی گمراہ صراطِ مستقیم پر آ گئے۔ آپ کی زبان میں بہت زیادہ تاثیر تھی۔ شروع شروع میں تو آپ نے شرک و بدعت کے خلاف آواز اٹھائی۔ جب شرک و بدعت کا اندھیرا نورِ توحید و سنّت سے چھٹ گیا تو اپنے مرشد امیر المومنین سید احمد شہید رائے بریلی علیہ الرحمہ کی ہدایت پر جہاد کے فضائل و مناقب اور ترک جہاد کے نقصانات پر سیر حاصل وعظ فرمانے شروع کئے۔ وہ وہ نکات بیان کئے کہ لوگ عش عش کر اٹھے اور جہاد کا وہ ولولہ پیدا کیا کہ دین اسلام کے لئے خود اپنے ہاتھوں سے اپنی آنکھیں نکالنے سے دریغ نہ کیا۔ ہر شخص بے اختیار چاہنے لگا۔ کہ خون کا آخری قطرہ تک دین کے لئے بہہ جائے اور جسم کا رواں رواں راہِ خدا میں کٹ جائے۔ جب یہ کیفیت پیدا ہو گئی اور جا بجا مجاہدین کی جماعتیں تیار ہو گئیں تو آپ نے اپنے مرشد کی قیادت میں سرحد سے جہاد بالسیف کا آغاز کر دیا۔ جہاں پنجاب کی سکھ حکومت نے یورشیں شروع کر رکھی تھیں۔

ہجرت اور مرکز جہاد کا انتخاب

۷ جمادی الاخری ۱۲۴۲ھ ۱۷ جنوری ۱۸۲۶ء کو شاہ صاحب نے امیر المومنین سید احمد شہیدؒ بریلوی کے ساتھ بغرض جہاد راہِ ہجرت میں قدم رکھا۔ اس وقت صرف پانچ چھ سو آدمی آپ کی معیت میں تھے۔ خیال تھا کہ تجویز کردہ مرکز میں پہنچ کر حالات کا جائزہ لینے کے بعد باقی مجاہدین کو بھی بلا لیں گے۔

یہ مختصر سی جماعتِ مجاہدین بریلی سے بندھیل کھنڈ، گوالیار، ٹونک، اجمیر، صحرائے مارواڑ، عمرکوٹ، حیدر آباد سندھ، شکارپور، کوئٹہ، قندھار، غزنی اور کابل سے ہوتی ہوئی پشاور پہنچی۔ یہ کم و بیش تین ہزار میل کا سفر تھا۔ جو انتہائی دشوار گذار راستہ تھا۔ دس ماہ میں یہ مسافت طے ہوئی۔ شاہ صاحب نے نمازیوں کے ساتھ پشاور کے قریب ہشت نگر میں کچھ عرصہ قیام کیا۔ پھر پرچم اسلام اٹھا کر سکھوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ کچھ افغان بھی

ان کے ساتھ مل گئے۔

ہندوستان سے ہجرت کے بعد اہل سرحد کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے آپؒ نے فرمایا کہ مَیں نے ہندوستان میں خیال کیا کہ کوئی ایسی محفوظ و مامون جگہ ہو جہاں مسلمانوں کو لے جاؤں اور تدبیر جہاد کروں۔ باوجود اس فراخی کے کہ صدہا کروہ میں یہ ملک ہند واقع ہے کوئی جگہ ہجرت کے واسطے میرے خیال میں نہ آئی۔ کئی لوگوں نے مشورہ دیا کہ ہندوستان میں ہی جہاد کرو لیکن مجھے منظور نہ ہُوا۔ آپ کے اس ملک میں ولائتی بھائی (اہل سرحد) بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا ملک اس کام کے لئے موزوں ہے۔ اگر آپ وہاں چل کر کسی جگہ قیام فرمائیں تو لاکھوں مسلمان بدل وجان آپ کے جہاد میں شریک ہوں گے۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ رنجیت سنگھ والیٔ لاہور نے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے اور طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتا ہے مَیں نے کہا کہ یہ سچ ہے، کہ ہندوستان سے ہجرت کر کے وہیں چل کر ٹھہریں اور مسلمانوں کے اتفاق سے جہاد کریں"۔ چنانچہ آپ نے سرحد کو مرکز جہاد کے لئے منتخب فرمایا۔ اور آپ سرحدی کوہستان کو پناہ گاہ قرار دے کر پنجاب کے راستہ سے ہندوستان پر حملہ آور ہونا چاہتے تھے اس لئے آپ نے سب سے پہلے پنجاب کو فتح کرنے کا پروگرام بنایا۔

پہلے سکھوں سے جنگ اور اس کی وجہ

پنجاب اس زمانہ میں جس کی سرحدیں دہلی سے پشاور و ہزارہ تک تھیں سکھوں کے زیر حکومت تھا ان کی مسلم آزار روش کی وجہ سے مسلمان نہایت تنگی سے بسراوقات کر رہے تھے۔ مساجد میں اذان دینا ممنوع تھی۔ لاہور کی تمام بڑی بڑی مساجد میں جانور بندھے ہوئے تھے۔ قرآن پاک کی اعلانیہ بے حرمتی کی جاتی تھی۔ شعائر مذہبی کی توہین معمولی بات تھی۔ علامہ اقبال نے اسی حالت کا عبرت ناک نقشہ کھینچا ہے ؎

خالصہ شمشیر و قرآں را ببرد
اندراں کشور مسلمانی بمرد

چنانچہ آپ نے سب سے پہلے سکھوں کے خلاف جہاد کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ان کے خلاف شاہ صاحب نے پہلی جنگ ۲۰ر جمادی الاوّل ۱۲۴۲ھ، ۲۱ر دسمبر ۱۸۲۶ء کو لڑ کر جہاد بالسیف کا آغاز کیا۔ یہ جنگ نوشہرہ سے آٹھ میل دور اکوڑہ کے مقام پر لڑی گئی۔ آپ خود اس جنگ میں ہراول دستے کی کمان کر رہے تھے۔ سکھوں کو شکست ہوئی — اسی سلسلے میں کئی لڑائیاں پیش آئیں۔ شاہ صاحب بڑی جرأت اور بہادری سے لڑے۔ کئی مقامات پر سکھوں کو شکست فاش دی۔ میدانِ جنگ میں مجاہدانہ صلاحیتوں کے خوب جوہر دکھائے۔ تائید الٰہی سے مولانا کا رعب کفّار کے دل پر اس قدر چھا گیا کہ سکھ کچھ ملک بخوشی دینے پر راضی ہو گئے لیکن آپ کے پیش نظر ترویج اسلام اور حکومت الٰہیہ کا قیام تھا اس لئے اس پیش کش کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔

شاہ صاحب کا یہ فیصلہ کہ پہلے سکھوں سے جنگ کی جائے بالکل مبنی بر دانش و بینش تھا اور جنگی نکتۂ نظر سے ایک اچھا فیصلہ تھا اس کی مندرجہ ذیل وجوہات بالکل قرینِ حقیقت تھیں۔

۱۔ اہلِ سرحد مسلمان تھے۔ شاہ صاحب کا خیال تھا کہ وہ ان کا ساتھ دیں گے اور مسلمانوں کی عددی طاقت بڑھ جائے گی۔

۲۔ شمال مغرب میں مسلمان حکومت (افغانستان) ہوگی جس کی طرف سے مزاحمت کا کوئی خطرہ نہ ہوگا۔

۳۔ پنجاب کے مسلمان سکھوں کے مظالم کی وجہ سے سکھوں کے خلاف لڑنے پر جلد آمادہ ہو جائیں گے۔

۴۔ شاہ صاحب باقاعدہ موافقِ سنّت جہاد کرنا چاہتے تھے۔ ملک کے اندر بیٹھ کر بلوا کرنا منظور نہیں تھا۔ اگر ایسا کیا جاتا تو چند دن کے اندر اندر بزور قوت یہ تحریک دبا دی جاتی۔

۵۔ پنجاب کو فتح کر کے ایک مضبوط اسلامی حکومت بنا لیں گے۔ پھر انگریزوں کے خلاف باقاعدہ جنگ کریں گے۔

۶۔ ہندوستان کی آزادی چھِن چکی تھیں جبکہ اہل سرحد کی آزادی چھِن رہی تھی چھنی ہوئی آزادی کو بچانا ضروری ہے یا جو ابھی چھِن رہی ہو اس کو بچانا ضروری ہے؟

۷۔ سرحد کے گردا گرد اسلامی حکومتیں تھیں جن سے امداد کی توقع تھی۔

۸۔ انگریزوں کو بیرونی کمک بآسانی حاصل ہو سکتی تھی لیکن سکھوں کو بیرونی کمک کی کوئی امید نہ تھی۔

کئی سال تک سکھوں سے جنگوں کا سلسلہ جاری رہا۔ جس کا آخری سرا بالا کوٹ تک پہنچتا ہے یہ سب سے آخری معرکہ تھا۔

بالاکوٹ کا محل وقوع

بالا کوٹ ضلع ہزارہ کا ایک قصبہ جو تحصیل مانسہرہ کے مشرقی گوشہ میں درہ کاغان کے جنوبی دہانے پر واقع ہے۔ مانسہرہ سے گڑھی حبیب اللہ جانے والی سڑک سوطھویں میل پر دریائے کنہار کے کنارے پہنچ جاتی ہے۔ یہاں سے اس کی ایک شاخ جنوبی جانب چلی جاتی ہے۔ دو تین فرلانگ پر دریائے کا پل عبور کر کے گڑھی حبیب اللہ خاں پہنچتے ہیں پھر یہی سڑک مظفر آباد، بارہ مولا اور سری نگر جاتی ہے۔ دوسری شاخ دریائے کے کنارے کنارے شمالی جانب چلی گئی ہے۔ جس کے دسویں میل پر بالا کوٹ ہے (اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۳ صـ۹۹۰) یہ دو بلند پہاڑوں کے درمیان ایک بستی ہے۔

بالاکوٹ کی افادیت

بالا کوٹ کی افادیت پر جو کچھ جناب پروفیسر عبدالقیوم صاحب نے لکھا ہے ہم من وعن درج کرتے ہیں اور جو کچھ انہوں نے لکھا ہے مبنی بر حقائق ہے۔

"انگریز سکھوں سے زیادہ مضبوط اور طاقت ور تھے۔ ملک کے ایک بڑے حصے پر ان کا قبضہ ہو چکا تھا۔ بندرگاہیں ان کے ہاتھ میں تھیں اور بآسانی بیرونی کمک حاصل کر سکتے تھے۔ مسلم مجاہد تعداد میں کم ہونے کے علاوہ عسکری تجزبہ اور اسلحہ کے اعتبار سے ابھی بہت پیچھے تھے۔ سکھ ایک محدود علاقہ پر حکومت کرتے تھے اور انہیں کسی بیرونی کمک کی توقع بھی بہت کم تھی۔ اگر مسلمان مجاہدین بالاکوٹ کی بجائے دہلی یا اس کے گردو نواح کو میدانِ جنگ بناتے تو بڑی آسانی سے محصور ہو کر چند دنوں میں ملیا میٹ ہو جاتے"۔ (شاہ اسمٰعیل شہیدؒ از عبداللہ بٹ صـ۱۴۴)

جنگ بالاکوٹ اور اپنوں کی غداری

۱۷ اپریل ۱۸۳۱ء کو اتوار کے روز آپ بالا کوٹ کی طرف بارہ ہزار مجاہدین کو لے کر روانہ ہوئے ادھر راجہ شیر سنگھ بھی گڑھی حبیب اللہ کے قریب متعین تھا۔ جب مسلمانوں کا لشکر بالا کوٹ پہنچا تو سکھ دریائے کنہار کے مغربی کنارہ پر ڈیرہ ڈالے تھے۔ اس طرف ٹیلے بہت تھے مسلمان چاہتے تھے کہ سکھ ٹیلوں سے نیچے اتر آئیں اور سکھ چاہتے تھے کہ مسلمان بتدریج میدان میں نکلتے رہیں اور یکے بعد دیگرے شہید ہوتے رہیں۔ ایک ہی بار گھمسان کی جنگ نہ ہو۔ بالآخر کشمکش میں باقاعدہ جنگ کا آغاز ہو گیا۔ سکھ فوج مسلمانوں کے مقابلے میں بارہ گنا تھی جنگ جاری تھی کہ چند بندگانِ حرص و آز نے مٹھی بھر روپوں کے لالچ میں مجاہدین سے غداری کر دی۔ انہوں نے میدانِ جنگ کے تمام خفیہ راستوں سے دشمن کو آگاہ کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں نے جہاں بھی مار کھائی ہے غدارانِ ملت کے ہاتھوں ہی کھائی ہے۔ یہاں بھی اپنوں ہی کے ہاتھوں شکست ہوئی ؎

جعفر از بنگال و صادق از دکن
ننگِ ملت، ننگِ دیں، ننگِ وطن

جہاد فی سبیل کا یہ آخری معرکہ ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ، ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو پیش آیا۔ اس کے بعد مسلمان جہاد ہی سے ناآشنا ہو گئے۔

شہادت

اس جنگ میں بہت سے مسلمان کام آئے۔ شاہ صاحبؒ کے مرشد بھی اسی جنگ میں شہید ہوئے۔ خود حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ بھی اسی جنگ میں شہید ہوئے۔ جنگ پورے جوبن پر تھی گولیاں بادل کی طرح برس رہی تھیں۔ آپ گھوڑے پر سوار تھے آپ کا جسم گولیوں سے چھلنی ہو گیا تھا۔ اگرچہ پیشانی پر گولی کا خفیف سا زخم تھا لیکن داڑھی خون سے تر ہو گئی تھی اسی حالت میں برہنہ سر امان اللہ خان کو ملے۔ بندوق بھری ہوئی اور لبلبی چڑھی ہوئی تھی پوچھا "امیر المومنین کہاں ہیں"۔ امان اللہ خان نے مٹی کوٹ کی طرف اشارہ کیا۔ ادھر سے بکثرت گولیاں آ رہی تھیں۔ لیکن یہ کہتے ہوئے بلا سوچے سمجھے اس ہجوم میں گھس گئے۔ "بھائی! میں تو وہیں جاتا ہوں اور دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اس وقت آپ کی عمر ترپن ۵۳ برس تھی۔ آپ کو ناس سونگھنے کی عادت تھی۔ شہادت سے تھوڑی دیر پہلے ناس سونگھ کر ڈبیا پھینک دی اور کہا۔ بس یہ آخری بار سونگھنا ہے۔ ۲۴ ذی قعد ۱۲۴۶ھ، ۶ مئی ۱۸۳۱ء جمعہ کا دن تھا اور نماز جمعہ سے قبل ہی شہادت کے بلند مرتبہ پر فائز ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؎

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

(جاری ہے)

جناب اقبال احمد صدیقی اور مولانا قاری عبدالحئی عابد کی ادائیگی حج کے بعد واپسی

کراچی ۲۱ ستمبر ملک کے معروف دانشور صحافی اور تحریک اصلاح ابلاغ پاکستان کے صدر جناب اقبال احمد صدیقی آج اپنے اہل خانہ کے ہمراہ فریضہ حج کی ادائیگی اور روضۂ نبویؐ پر حاضری کی سعادت حاصل کر کے واپس کراچی پہنچ گئے ہیں۔ دریں اثناء تنظیم اہلسنت کے رہنما مولانا قاری عبدالحئی عابد بھی عالمی ختم نبوت کانفرنس لندن میں شرکت اور ادائیگی حج کے بعد لاہور آ گئے ہیں اور حسب معمول مدنی مسجد غازی آباد میں نماز جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں

یہ اندازِ مسلمانی؟

عبدالواحد بیگ المرحوم بیٹر
محلہ سادات ملتان

****

روزنامہ جنگ میں خواتین کھلاڑیوں کے متعلق مجلس مذاکرہ سے یہ خبر دہشت اثر سامنے آئی ہے کہ قوم کی بیٹیوں کو بین الاقوامی کھیلوں کے مقابلوں میں حصہ لینے کے لیے تیار کیا جا رہا ہے اور کوریا بھیجنے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پاکستان کے چند مغرب زدہ رنگین مزاج افراد نے مسلسل جدوجہد کے بعد قوم کی بیٹیوں کو اس قدر بے باک کر دیا ہے کہ وہ شعائر اسلامی کی مخالفت، قومی عزت سے بغاوت اور دین سے بیزاری کو اپنا خصوصی حق تصور کرنے لگی ہیں گویا بقول علامہ اقبالؒ

جہنم کے آزاد شعلوں کے بدلے
غلامی کی جنت کو قربان کر دے

کا مصداق بن رہی ہیں۔ وہ بزعم خود خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو وبال تصور کرتی ہیں۔ العیاذ باللہ۔ تعجب ہے کہ یہ ناقص العقل اور ناقص الدین مخلوق عبادات کے لیے مساجد کی طرف قدم رنجہ فرمانا تو پسند نہیں کرتیں لیکن بازاروں میں بے پردہ گھومنے کھیل کے میدانوں میں اپنے کرتب دکھانے، بین الاقوامی میلوں میں غیر محرم مردوں کے ہمراہ شرکت، ٹی وی، اخبارات میں رنگین عکاسی ان کی نمائشی تفریح کا لازمی حصہ ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ جب کسی قوم کے رگ و ریشہ میں برائی رچ بس جاتی ہے تو وہ پیغمبرؐ کی بات کو بھی ٹھکرا دیتی ہے۔ ایسے بے حیا و بے غیرت لوگوں کو ملت اسلامیہ سے فوراً الگ ہو جانا چاہیئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ

یعنی بے حیا باش وہر چہ خواہی کن۔ مسلمانوں کو ایسے گمراہ اور گمراہ کنندہ غضبِ الٰہی کو للکارنے والے معاشرہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ صدرِ مملکت کو جونہی اختیارِ حکمرانی ملا کرسیٔ اقتدار سنبھالتے ہی اسلام اور نفاذِ اسلام کی پُرجوش جدوجہد کا مظہر بن گئے۔ شومیٔ قسمت حالات نے آپ کا ساتھ نہ دیا اور انہوں نے افسر شاہی سے شکست مان لی اور اُن کے نیک عزائم پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکے۔ حالات حاضرہ بتا رہے ہیں کہ محمدی اسلام اور عوامی اسلام میں بُعد المشرقین ہے۔ محمدی اسلام میں محرم کے بغیر خواتین کو فریضۂ حج ادا کرنے کی اجازت بھی نہیں ہے۔ نرم لہجہ میں کسی غیر محرم سے پسِ پردہ گفتگو بھی پسندیدہ نہیں ہے۔ بلند آواز سے گھر کے صحن میں تلاوت قرآن مجید بھی جائز نہیں لیکن سرکاری درباری اسلام میں غیر مردوں کے ساتھ تصاویر بنوانا، دُور دراز سفر کرنا اور کھیل کرتب دکھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حالیہ جمہوری تماشہ میں جب وزیراعظم کا انتخاب ہُوا تو اُن کے اہلِ خانہ نے پریس فوٹو گرافروں سے

تصویر بنوانے سے انکار کر دیا۔ ان کے علاوہ اکثر وزراء کی خواتین و اراکین اسمبلی کی تصاویر اخبارات کی زینت بن چکی ہیں۔ دراصل مسلمانوں کو ایک غیر ملکی سکیم کے تحت بے حیا، بے دین اور حرام خور بنانے کا سلسلہ جاری ہے۔ فرنگی آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ایسے حالات پیدا کیے جا رہے ہیں کہ مذہب کے اٹل اصولوں پر رنگ بدلتے زمانے کے مطابق عمل کرانا آسان ہو جائے اور اسلامی اقدار کو خدانخواستہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے ؎

خدا سے ڈرو اور مکر و فریب سے کام نہ لو
یا اسلام پہ چلنا سیکھو یا اسلام کا نام نہ لو

ملک میں موجودہ ثقافتی طوفان قومی و صوبائی اسمبلیوں کے منتخب وزراء و اراکین مرد ہوں یا خواتین سب کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وہ لوگ اگر ہم انہیں دُنیا میں اختیارِ حکمرانی دے دیں تو وہ نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کاموں کا حکم کریں اور بُرے کاموں سے روکیں اور ہر کام کا انجام تو اللہ کے ہی ہاتھ میں ہے۔"

(سورہ الحج آیت ۴۱ پ ۱۷)

غور فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ نے جب آپ کو اختیارِ حکمرانی بخشا ہے اور کرسیٔ اقتدار پر پہنچایا ہے تو آپ کے ذمّے کچھ کام بھی لگا دیے ہیں۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ ان ذمّہ داریوں کو پورا کریں۔ بصورتِ دیگر اس کا انتقام پوری قوم کے لیے وبال سکتا ہے۔ یہ اختیارِ حکمرانی ایک مقدس امانت ہے۔ فرمانِ ایزدی ہے:

"اے داؤد۔ ہم نے تجھے زمین میں بادشاہ بنایا ہے (یعنی خلافتِ ارضی اور اختیارِ حکمرانی عطا کیا ہے) پس تم لوگوں میں انصاف سے فیصلہ کیا کرو اور نفس کی خواہش کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے ہٹا دے گی۔ بیشک جو لوگ اللہ کی راہ سے گمراہ ہوتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے یہ اس لیے کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے۔

(سورہ ص آیت ۲۶ پ ۲۳)

لہٰذا تمام اراکینِ اسمبلی اور وزیران وغیرہم کو ایسا ماحول پیدا کرنا چاہیئے جو ایک حقیقی اسلامی معاشرہ کی تعمیر میں ممد و معاون ہو۔ اللہ تعالےٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ ہندوؤں اور سکھوں کو اسلام کا شیدائی بنا کر اپنے دین کی خدمت ان نومسلموں سے لے لے۔ آپ حضرات اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر ٹٹولیں کہ آپ اپنے فرائض منصبی کو کہاں تک ادا کر رہے ہیں۔ کیا ملک سے رشوت کا خاتمہ ہو سکا ہے؟ کیا قتل و غارت اور ڈاکہ کے جرائم میں کمی کا کوئی ریکارڈ قائم ہُوا ہے؟ چادر اور چار دیواری کے تحفّظ کے لیے کوئی مؤثر اقدام اٹھایا گیا؟ نفاذِ اسلام کے بلند بانگ دعوے پایۂ تکمیل کو پہنچ گئے ہیں؟ اگر جواب نفی میں ہو تو یاد رکھو اسلام میرا یا آپ کا محتاج نہیں ہے۔

"اللہ تعالےٰ بے پرواہ ہے اور تم محتاج ہو اور اگر تم نہ مانوگے تو وہ اور قوم تمہارے سوا بدل دے گا پھر وہ تمہاری طرح نہ ہوں گے۔"

(سورہ محمد آیت ۳۸ پ ۲۶)

یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اب تک ڈھیل دے رکھی ہے ؎

دہ مشرق ہو کہ مغرب ہر طرف سے فتنہ سامانی
نظامِ زیست کو منشورِ قرآں کی ضرورت ہے